محمد عطاء اللہ صدیقی

غیرت کا قتل..... تہذیبی، قانونی اور اسلامی اقدار کی روشنی میں

جنسی آوارگی کو انسانی جبلت قرار دینے والا مغرب اسلامی اور ایشیائی معاشروں میں غیرت و حمیت کے تصور کے معروضی ادراک سے اگر معذور ہے تو یہ امر تعجب کا باعث نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یورپ کی زبانوں میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں ہے جسے صحیح معنوں میں "غیرت" کا مترادف قرار دیا جا سکے۔ لیکن پاکستان میں انسانی حقوق کے انتہک منادوں کی طرف سے "غیرت کے نام پر قتل" کے لئے سزائے موت کا اگر مطالبہ کیا جاتا ہے تو یقیناً اسے ان کی مریضانہ مغرب زدگی سے تعبیر کیا جانا چاہیئے۔

گزشتہ کئی برسوں سے مغرب کے سرمائے سے پاکستان میں چلائی جانے والی انسانی حقوق کی علمبردار NGOs کی طرف سے مسلسل یہ مطالبہ کیا جاتا رہا ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کے لئے سزائے موت کا قانون تشکیل دیا جائے۔ اگست ۱۹۹۷ء میں سپریم کورٹ کے معزز جج اسلم ناصر زاہد کی سربراہی میں قائم کردہ "خواتین حقوق کمیشن" نے مفصل سفارشات پیش کیں تو اس میں ایک سفارش یہ کی گئی:

"غیرت کے مسئلہ پر قاتلانہ واردات کو قانون کے تحت "قتل عمد" قرار دیا جائے اور اس کیلئے مناسب قانون بنایا جائے" (رپورٹ، باب نمبر ۶)

یادش بخیر، مذکورہ خواتین کمیشن کی اصل روح رواں عاصمہ جہانگیر اور NGOs کی مغرب زدہ بیگمات تھی۔ عاصمہ جہانگیر اس مسئلہ کو ہمیشہ ذرائع ابلاغ میں اٹھاتی رہی ہیں۔ لیکن ان کے اس مسئلہ پر احتجاج کو نقطۂ عروج (کلائمکس) اس وقت ملا جب ۶ اپریل ۱۹۹۹ء کو "دستک" میں پشاور سے آئی ہوئی سمیعہ عمران کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس قتل کے واقعہ کی آڑ میں NGOs کے پورے نیٹ ورک نے اس قدر شدید ہنگامہ اور دھما چوکڑی برپا کی کہ الامان!..... ان کا جارحانہ احتجاج کا اسلوب بتا رہا تھا کہ وہ "غیرت کے نام پر قتل" کے خلاف احتجاج نہیں کر رہی تھیں بلکہ خود غیرت کا "قتل" ان کا مقصود و مطلوب تھا۔ وہ پاکستانی کلچر سے غیرت و حمیت پر مبنی اقدار کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتی ہیں تا کہ ہمارا معاشرہ بھی مغرب سے ثقافتی مساوات کا دم بھر سکے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۹۹ء کو پریس کلب لاہور میں "غیرت کے نام پر قتل" کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں NGOs کی بیگمات اور ان کے ہم خیال دانشوروں نے غیرت کے خلاف خوب بھڑاس نکالی۔ ۱۶ اپریل کے "دن" میں اس سیمینار کے حوالہ سے حنا جیلانی کا جو بیان چھپا، اس کی سرخی یہ تھی:

"غیرت! غیرت! غیرت! خواتین کو بھی جینے کا حق دیا جائے..!"

اسی خبر کے متن میں حنا جیلانی کے بیان کا بقیہ حصہ یوں شائع ہوا:

"سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ عورت کے متعلق عدالتوں کا رویہ امتیازی ہے۔ عدالتوں کو چاہیئے کہ وہ عورت کو عزت و وقار سے جینے کا حق دیں۔ انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر قتل، مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کی اصطلاح ہے اور آج ہمیں سٹیٹ کے تمام اداروں کو اس سوچ کے خلاف جھنجھوڑنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سمیعہ عمران کے قتل کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے"۔

حنا جیلانی کا مندرجہ بالا بیان غیرت کے مسئلہ پر NGOs کی حقیقی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ نفسیاتی تشنج اور اختلاج میں مبتلا عورتوں کے حقوق کی نام نہاد علمبردار عورتیں اعلیٰ عدالتوں کے متعلق، اہانت آمیز الفاظ کی ادائیگی سے نہ خوف کھاتی ہیں اور نہ ہی غیرت کے مسئلہ پر انتہائی اقدام اٹھانے والوں کو "مجرمانہ ذہنیت" کا حامل قرار دینے میں انہیں کوئی جھجک محسوس ہوتی ہے۔ عاصمہ جہانگیر کے ادارے "دستک" میں قتل ہونے والی سمیعہ کی ذمہ داری حکومت پر ڈالتے ہوئے بھی ان کے ضمیر کو ہلکی سی خلش بھی محسوس نہیں ہوتی۔ عدالتوں کے رویہ کو "امتیازی" قرار دینا نہ صرف توہین عدالت کے زمرے میں شامل ہے بلکہ اس سے پاکستان کے پورے عدالتی نظام کے خلاف عدم اعتماد اور نفرت انگیز جذبات کو بھڑکانے کی مضموم تحریک کا اظہار بھی ہوتا ہے مغرب کی تنخواہ دار NGOs کی طرف سے ہمارے عدالتی نظام اور سماجی اقدار کے خلاف یہ انتہائی خطرناک پیش قدمی ہے جس سے چشم پوشی ایک قومی سطح پر کوتاہی اور بالآخر پچھتاوا پر منتج ہوگی۔ امریکہ اور یورپ خاندانی نظام کی تباہی کی صورت میں ان نتائج کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ نتائج بتدریج سامنے آئے ہیں اگر شروع میں اس "فتنہ" کے سامنے بند باندھ دیا جاتا تو اس سے بچاؤ ممکن تھا۔

مغرب کے ایجنڈے پر عمل پیرا انسانی حقوق کے باطل مبلغین کی طرف سے "غیرت کے نام پر قتل" کو قتل عمد قرار دینے کا مطالبہ نہ صرف شر انگیز بلکہ غیرت حقیقت پسندانہ ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے اصل اسباب و محرکات کا معروضی جائزہ لیا جائے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے مجموعہ ہائے قوانین میں "غیرت کے جرائم" کے بارے میں سزاؤں کا کون سا معیار برقرار رکھا گیا ہے؟ اس مسئلے کا اس پہلو سے جائزہ لینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور پھر آخر میں اس مسئلہ کے متعلق اسلامی احکامات کی روح کی نشاندہی بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

عورت کی آبرو اور خاندان کی آبرو اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہیں، خاندانی ادارے کا استحکام اور بقا اس اہم مسئلہ سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الہامی مذاہب اور قدیم معاشروں نے عورت کی "آبرو" کو بے حد اہمیت دی۔ مرد و زن کے اختلاط میں توازن اور اجتماعی معاشرت میں حسن و اعتدال کے قیام کے لئے ایسے ضابطوں کی تشکیل ضروری تھی جو ان تعلقات کو منضبط کر سکیں۔ مذہب، اخلاقیات اور سماجی و ثقافتی روایات نے ہزاروں سال کے تہذیبی ارتقا کے بعد عورت کی عصمت کو قیمتی ترین متاع بنا دیا۔ خاندان اور معاشرہ از ابتدائے تہذیب کے آغاز ہی سے اس قیمتی متاع آبرو کے تحفظ کو اپنی ذمہ داری سمجھتا رہا ہے۔

غیرت، آبرو، حمیت اور عزت کے معاملات کے بارے میں پاکستانی معاشرہ اور یورپی معاشرہ میں ثقافتی سطح پر بُعد مشرقین ہے۔ ہماری سماجی اقدار کی میزان میں عورت کی آبرو کا پلڑا اس قدر بھاری ہے کہ یہ پورے خاندانی نظام کو اپنے پلڑے میں جھکا دیتا ہے۔ عورت کی آبرو ایک خاندان کا اجتماعی اثاثہ تصور کیا جاتا ہے، یہ محض ایک عورت یا فرد کا ذاتی اثاثہ نہیں ہے۔ اسی لئے اس قیمتی ترین متاع پر جب کوئی ڈاکہ خاندان کے باہر کے افراد کی طرف سے ہو تو دونوں خاندانوں میں دشمنی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ آبرو پورے خاندان کی متاع سمجھی جاتی ہے لہذا کسی عورت کو اپنے ہاتھوں بھی اپنی آبرو کا جنازہ نکالنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ خاندانی ماحول میں ایک عورت اپنے باپ کا فخر، اپنے بھائیوں کا مان اور اپنے خاوند کی شان سمجھی جاتی ہے۔ جب وہ اس آبرو پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ باپ کے سر کا تاج خاک آلودہ ہو گیا ہے بھائیوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے اور خاوند کی شان کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اہل مغرب کو ہمارے سماج میں مردوں

کے خاک آلودہ سروں کی ذلت کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ ہزاروں سال کی بے پردگی نے ان کے غیرت و حمیت کے معیارات کو متاثر کیا ہے..... در حقیقت غیرت اور پردہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اسلامی، ایشیائی اور بالخصوص قبائلی معاشروں میں عورت کو حیا کا مجسمہ، عفت کی تصویر اور عصمت کی محافظ خیال کیا جاتا ہے۔ عورت کے احترام کا تناسب عفت و عصمت کے انہی معیارات سے وابستہ سمجھا جاتا ہے۔ اس حیاءِ مجسم سے کسی قسم کی بے اعتدالی کی توقع نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک عورت کسی اخلاقی جرم کی مرتکب ہوتی ہے یا گھر سے فرار ہو جاتی ہے تو غیرت اور حمیت کا احساس اس خاندان میں جذباتی ہیجان خیزی کا طوفان برپا کر دیتا ہے۔ آبرو کے نقصان کی تلافی یہی سمجھی جاتی ہے کہ اس آبرو کی تباہی کے ذمہ دار افراد کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔ ورنہ معاشرہ اس خاندان سے غیرت مند خاندان کے طور پر زندہ رہنے کا حق چھین لیتا ہے۔

ممکن ہے بعض روشن خیال افراد اسے آبرو کے متعلق مبالغہ آمیز حساسیت کا نام دیں لیکن ایسی حساسیت کا تعین ایک اضافی ثقافتی معاملہ ہے جس کے متعلق صحیح رائے اس مخصوص سماجی اور ثقافتی تناظر سے ماورا ہو کر قائم نہیں کی جا سکتی۔ ہر سماج کو اپنی اقدار کے تعین کا آزادانہ حق حاصل ہے۔ اگر یورپ نے بے حیائی اور آوارگی اور جنسی باؤلاپن کو سندِ پذیرائی عطا کر دی ہے اور وہ اسے جدید ترقی یافتہ سماج کی اقدار کے طور پر اپنا چکے ہیں تو انہیں روایتی اسلامی یا ایشیائی معاشروں میں عفت و آبرو کے متعلق اس حساسیت کے بارے میں اعتراض کا اصولی طور پر کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔ انسانی حقوق کے مغربی معیارات کو قبول کرانے پر اصرار کی بجائے اہل مغرب اور ان سے مرعوب افراد کو دوسرے معاشروں کو اپنی ضروریات کے مطابق اقدار کی پاسداری کا کھلے دل سے حق عطا کرنا چاہیے اور یہ جدید روشن خیالی اور رواداری کا عین تقاضا بھی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باپ کا اپنی بیٹی، ایک خاوند کا اپنی بیوی اور ایک بھائی کا اپنی بہن کو آبرو کے ناگزیر تقاضوں سے مجبور ہو کر قتل کرنا کسی "مجرمانہ ذہنیت" کا نتیجہ ہے؟ مندرجہ بالا امور کو ذہن میں رکھا جائے تو اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ اپنی عزیز از جان ہستیوں کو اپنے ہاتھوں قتل کر دینا انسانی زندگی کے مشکل ترین فیصلوں میں سے ایک ہے۔ یہ کسی پرندے کا شکار نہیں ہے۔ اس انتہائی اقدام تک پہنچنے کے لئے جس جذباتی شکست و ریخت، ہیجان خیزی اور اعصاب زدگی کے جگر پاش دھچکوں سے گزرنا پڑتا ہے، اس کا صحیح احساس ان بد نصیب افراد کو ہی ہو سکتا ہے جو بالآخر اپنے ہاتھ سے اپنے عزیزوں کا قتل کر گزرتے ہیں۔ وہ یہ سب کچھ محض شغل یا اپنی مجرمانہ ذہنیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر نہیں کرتے۔ کاش کہ انسانی حقوق کے علمبردار حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے انسانی فطرت کے اس جبر کا ادراک بھی کریں......!!

غیرت کے نام پر قتل کی متعدد وجوہ اور صورتیں ہو سکتی ہیں.... مثلاً

(i) ایک مرد کا دوسرے مرد کو محض اس بنا پر قتل کر دینا کہ اس نے قاتل کی کسی عزیزہ سے چھیڑ خانی کی ہو، یا اس کی آبرو پر حملہ کیا ہو......اس میں عورت بے قصور ہوتی ہے۔

(ii) ایک مرد نے اپنی بیوی یا کسی قریبی عزیزہ کو کسی غیر محرم کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تو اس نے اس مرد کو تو قتل کر دیا، البتہ اس عزیزہ کو تشدد کا نشانہ بنانے پر ہی اکتفا کیا۔

(iii) ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی کسی قریبی عزیزہ کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا، اور مرد و عورت

دونوں کو قتل کر دیا۔
(iv) ایک مرد نے اپنی بیوی یا کسی قریبی عزیزہ کو غلط حرکتوں سے باز رہنے کی مسلسل تاکید کی، وہ باز نہ آئی تو اسے قتل کر دیا اپنی کسی عورت کو غیر مرد کے ساتھ دیکھا، مرد تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، البتہ اس نے اپنی عورت کو اشتعال میں آکر قتل کر دیا۔
غیرت کے نام پر قتل کی موخر الذکر صورت بعض NGOs کے پراپیگنڈہ اور احتجاج کی وجہ سے خبروں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

کیا غیرت کے نام پر قتل اور قتل عمد، شریعت اور قانون کی نگاہ میں برابر ہیں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کو "قتل عمد" کے برابر رکھا جا سکتا ہے؟ جرم و سزا کے فلسفہ کے متعلق واجبی سا علم رکھنے والا شخص بھی اس سوال کی نامعقولیت کا ادراک کر سکتا ہے دنیا کی کسی بھی ریاست کا قانونی و عدالتی نظام، جرائم کے پس پشت محرکات اور اسباب کا تعین کئے بغیر ان کے سزا کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کی حمایت نہیں کر سکتا۔ مزید براں فوری اشتعال(Sudden Provocation) کے نتیجہ میں کئے جانے والے جرائم کو عام جرائم سے ہمیشہ مختلف درجہ میں رکھا جاتا ہے۔ یہ معاملہ صرف قبائلی، روایتی یا اسلامی معاشروں کا نہیں، یورپی ممالک بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ غیرت کے نام پر قتل اور قتل عمد کے عوامل و محرکات اور حالات و پس منظر یقیناً یکساں نہیں ہوتے تو پھر ان کی یکساں سزا تقاضائے عدل کے منافی ہے۔ ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو ایک باپ اپنی بیٹی کے قتل کے بعد اپنے آپ کو بھی ایک ایسی اذیت ناک صورتحال بلکہ سزا سے دوچار کر دیتا ہے جو تمام عمر اس کو سکھ کا سانس نہیں لینے دیتی، اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے یہ (Self-inflicted) سزا ہی کافی ہوتی ہے۔ اسی لئے پاکستانی عدالتیں حالات کا معروضی جائزہ لینے کے بعد اگر ایک باپ کو بیٹی کے قتل سے بری کرتی ہیں یا اس کی سزا میں تخفیف کرتی ہیں تو اسے بقول عاصمہ جہانگیر "قتل کا لائسنس" قرار دینا حقائق کا منہ چڑانا اور نظام عدل کے تقاضوں کا لحاظ نہ رکھنے کے مترادف ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ نشاندہی کرنا بھی دلچسپی بلکہ تعجب سے خالی نہ ہوگا کہ عاصمہ جہانگیر کا انسانی حقوق کمیشن پاکستان کے قوانین سے موت کی سزا کو سرے سے ہی ختم کرنے کا مطالبہ کئی برسوں سے کر رہا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کے متعلق عاصمہ جہانگیر کی طرف سے موت کی سزا کا مطالبہ ایک ایسے فکری تضاد کو ظاہر کرتا ہے جس کا شکار انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار بالعموم نظر آتے ہیں۔
عالم اسلام میں کسی بھی ملک میں "غیرت کے قتل" کو قتل عمد قرار نہیں دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اسلامی ممالک جہاں مغرب زدہ طبقہ حکمران ہے، وہاں بھی غیرت کے قتل کو قتل عمد سے مختلف سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کی سزا میں تخفیف یا استثناء کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً اردن کے مجموعہ تعزیرات (Penalcode) ۱۹۶۰ء کے آرٹیکل ۳۴۰ کے الفاظ یہ ہیں:
(i) "کوئی شخص جو اپنی بیوی یا محرمات میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ بدکاری (زنا) کرتے ہوئے اچانک پکڑ لے اور وہ ایک یا دونوں کو قتل، زخمی یا مجروح کر دے، تو وہ ہر طرح کی سزا سے مستثنیٰ ہے"
(ii) کوئی شخص جو اپنی بیوی یا ماں، دادی (Female Ascendants) میں سے کسی ایک کو یا پھر بیٹی پوتی (Female Descendants) جیسے وارثین میں سے کسی ایک کو یا اپنی بہن کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ بستر میں ناجائز حالت میں اچانک پکڑ لے اور اسے قتل، مضروب یا مجروح کر دے، تو وہ سزا میں کمی کی

رعایت (فائدہ) کا مستحق ہوگا"

(Source:Islam and Feminlsm, Chapter Crime of Honour and the Construction of Gender in Arab Socicties, By Lama Abu odeh)

اردن کے مجموعہ تعزیرات کا مذکورہ بالا آرٹیکل تاریخی اعتبار سے دو مختلف قانونی ماخذات سے اخذ شدہ ہے

(i) سلطنت عثمانیہ کا مجموعہ تعزیرات ۱۸۵۸ء

(ii) فرانسیسی مجموعہ تعزیرات ۱۸۱۰ء (French Penal code)

سلطنت عثمانیہ کے مجموعہ تعزیرات کے آرٹیکل ۱۸۸ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

"کوئی شخص اپنی بیوی یا محرمات میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے فرد کے ساتھ مکروہ زنا کی حالت میں دیکھے، پھر اس پر تشدد یا اسے زخمی کر دے، یا ان میں سے ایک یا دونوں کو قتل کر دے، وہ سزا سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔ اور وہ جو اپنی بیوی یا محرمات میں سے ایک کو، کسی دوسرے فرد کے ساتھ ناجائز بستر پر دیکھے اور پھر اسے مارے زخمی کر دے یا ایک یا دونوں کو قتل کر دے، اسے معاف کر دیا جائے گا" (حوالہ: ایضاً)

"اردن کے مجموعہ تعزیرات کے آرٹیکل ۳۴۰ سے ملتی جلتی دفعات نہ صرف تمام عرب ممالک کے مجموعہ تعزیرات میں شامل ہیں، بلکہ ترکی اور بہت سے یورپی ممالک میں بھی یہی صورتحال ہے۔ مثلاً سپین اور پرتگال میں ایسی دفعات اب تک انکے قانونی ڈھانچے کا حصہ ہیں۔ اٹلی میں یہ دفعہ حال ہی میں یعنی ۱۹۷۹ء میں ختم کی گئی اور فرانس میں یہ شق مجموعہ تعزیرات سے ۱۹۷۵ء میں نکالی گئی" (حوالہ: ایضاً)

"غیرت" کے سبب سے قتل کے نتیجہ میں قاتل کو سزا میں تخفیف یا استثنا کن صورتوں میں دیا جانا چاہیے؟ عرب ممالک کے مجموعہ ہائے تعزیرات میں ان امور کی تشریح میں معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ نے اس کے نفاذ کو بدکاری کی عملی صورتوں تک محدود کر دیا ہے۔ مثلاً مصر، تیونس، لیبیا اور کویت وغیرہ۔ اور ایسی صورت میں وہ سزا میں صرف کمی کو ہی روا سمجھتے ہیں نہ کہ مکمل رعایت (Exemption) کو جبکہ بعض دوسرے اسلامی ممالک کے قوانین اس کے نفاذ کے لئے "ناجائز بستر" (Unlawful Bed) تک اس کو وسعت دیتے ہیں مثلاً شام، لبنان وغیرہ۔ ان ممالک میں "ناجائز بستر" میں پکڑے جانے کی صورت میں قتل کرنے کی سزا میں "کمی" جبکہ زنا کی صورت میں مکمل استثناء کی بات کی گئی ہے۔ عراق کا "کوڈ" اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہ دونوں صورتوں یعنی "زنا" اور "اپنے آشنا کے ساتھ بستر میں موجودگی" کے متعلق سزا میں صرف تین سال کی "کمی" کی رعایت دیتا ہے۔ مذکورہ اختلافات اپنی جگہ، لیکن یہ امر واضح ہے کہ کسی بھی اسلامی ممالک میں غیرت کی وجہ سے کئے جانے والے قتل کو قتل عمد سمجھتے ہوئے موت کی سزا نہیں دی جاتی۔

"عزت کے جرائم" کے متعلق ایک اور پہلو بھی اہم ہے۔ وہ یہ کہ ان جرائم میں فائدہ اٹھانے کا مستحق کون ہے؟ عرب ممالک میں اس مسئلہ کے متعلق ماہرین قانون، فاضل علماء اور عدالتوں کے قاضی صاحبان تواتر سے ظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔ مختلف ممالک میں اس پہلو پر مختلف تشریحات ملتی ہیں۔ شام اور لیبیا کے قوانین کے مطابق خاوند، بیٹا، باپ اور بھائی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اردن کے مجموعہ تعزیرات میں چونکہ "محرمات" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور محرمات میں وہ تمام عورتیں شامل ہیں جن سے ایک مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ لہذا اردن میں مذکورہ بالا چار رشتوں کے علاوہ بھی دیگر محرم مرد "عزت کے جرائم" میں سزا کی کمی سے فائدہ اٹھا

سکتے ہیں۔ مصر، کویت اور تیونس کے مجموعہ ہائے تعزیرات نے شادی شدہ عورت کی صورت میں اس رعایت کو صرف "خاوند" تک محدود رکھا ہے۔ الجیریا کے قانون میں "عزت کے جرائم" کے ضمن میں "خاوند" کے ساتھ "بیوی" کو شامل کیا گیا ہے۔ یعنی اگر ایک بیوی اپنے خاوند کو کسی دوسری عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور پھر اشتعال میں آ کر قتل کر دے تو اسے بھی سزا میں کمی یا استثنا کی رعایت ملے گی۔ (فیمنزم اینڈ اسلام، صفحہ ۱۲۴)

غیرت کے جرائم میں سزا کی کمی یا مکمل رعایت حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اسلام نے صرف قتل عمد میں "حد" جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔ جبکہ غیرت کے قتل میں صرف تعزیر کو ہی کافی سمجھا ہے اور اس صورت میں "مباح الدم" (جس کا خون جائز ہو) کی شرط بھی قائم کی ہے۔ عرب ممالک کے مبصرین نے مذکورہ بالا ضابطے کو پر از حکمت قرار دیتے ہوئے اسے عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق قرار دیا ہے۔ مصر، جس کی عدالتوں کے فیصلے بیشتر اسلامی ممالک میں بطور نظیر پیش کئے جاتے ہیں اور جہاں "تجدد" بھی نسبتاً زیادہ ہے، وہاں کی عدالتوں نے بھی اس ضابطے کو برقرار رکھنا مناسب سمجھا ہے۔ مصر کے معروف ماہر قانون شیخ عبدالحمید شاوربی نے "غیرت کے جرائم" کے بارے میں مصری کوڈ کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مجلس قانون ساز ایسا خاوند جس کی آبرو کا جنازہ نکال دیا گیا ہو جو اس کی قیمتی ترین متاع تھی، کی نفسیاتی حالت پیش نظر رکھتے ہوئے قانون سازی کی ہے اس کے مطابق وہ اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے اچانک پکڑے گا، بلاشبہ اس کی عقل اور ہوش و حواس جاتے رہیں گے..... وہ اپنی بیوی اور آشنا کو قتل کر دے گا"۔

(Source: feminisom and Islam: Article on Aggravating and extenuating circumstances. Alexendria)

بدکاری کے علاوہ ایک دوسرا جرم جو عرب ممالک میں بالخصوص اور بعض دیگر مسلم ممالک میں بالعموم "عزت کے جرائم" میں شامل سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ سہاگ رات کو لڑکی اگر کنواری (Virgin) نہ پائی جائے، تو اس کا بھائی یا باپ اس کو قتل کر دیتا ہے۔ بعض ملکوں میں اسے صرف طلاق دے دی جاتی ہے، مثلاً ایران میں۔ قدرت نے مرد کے ساتھ ساتھ عورت کی "آبرو" کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ شادی سے پہلے اگر کوئی مرد بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس کا تعین مشکل ہے لیکن عورت کے ضمن میں ایسا نہیں۔ قدرت نے عورت کے جسمانی نظام میں ایک خاص حصے کو اس کی "کنوارگی" کے تحفظ کے علامت کو مؤثر "چیک" کی صورت میں رکھا ہے۔ اگرچہ جدید سائنس نے بعض استثنائی صورتوں کے امکان کو بھی ظاہر کیا ہے لیکن عام قاعدہ کلیہ وہی ہے.... اس ضمن میں عرب روایات اور مغرب زدہ خواتین دونوں کا طرز عمل انتہا پسندانہ ہے۔ ایک طرف عرب معاشرہ کسی کنواری لڑکی کو کوئی "الاؤنس" دینے کو تیار نہیں، دوسری طرف جدید طبقہ کنوارگی کے اس فطری "چیک" کو مکمل طور پر اڑا دینا چاہتا ہے۔ اگر اول الذکر کے غیر لچکدار موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بعض بے قصور لڑکیوں کے قتل کا احتمال باقی رہے گا۔ اگر جدید طبقہ کی بات کو درست قرار دیا جائے تو پھر کنواری لڑکیوں میں جنسی بے راہروی کے روکنے کے لئے ایک مؤثر "چیک" سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ عرب ممالک کے قوانین نے مسلک اعتدال کو اپنایا ہے۔ چنانچہ وہاں "کنوارگی" کے بارے میں قتل کو "غیرت کا قتل" سمجھ کر ملزم کو رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ اس معاملے میں جسمانی تشدد، جارحانہ تنقید یا کسی بھی وجہ سے ایسی مشکوک لڑکی کا ناطقہ بند کرنے کو غیر قانونی یا برا عمل نہیں سمجھا جاتا۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالنا کہ جن کا جب جی چاہے، اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، مغالطہ آمیز ہوگا۔ بعض مسلم ماہرین قانون نے مندرجہ بالا آرٹیکل کے عمل درآمد کے لئے تین شرائط کی تکمیل کو بھی ضروری قرار دیا ہے مثلاً

(i) ملزم کا مقتولہ سے رشتہ (خاوند، بھائی، بیٹا)

(ii) عورت کا بدکاری کرتے ہوئے اچانک رنگے ہاتھوں پکڑا جانا۔

(iii) قتل کا اقدام بدکاری دیکھنے کے فوراً بعد اور فوری اشتعال کا نتیجہ ہو۔

اگر کسی مقدمہ میں یہ شرائط پوری ہوتی ہوں تو عرب ممالک میں عام طور پر اسے "غیرت کا جرم" سمجھتے ہوئے ملزم کو رعایت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ مصر کی عدالت نے ایک مقدمہ میں فیصلہ سنایا کہ "جب ایک بیوی اپنے خاوند کے ہاتھوں اس طرح پکڑی جائے کہ اس کا زیر جامہ اس کے آشنا کے ساتھ پڑا ہو، اس حقیقت کے باوجود کہ خاوند نے ان دونوں کو عملاً بدکاری کرتے نہیں دیکھا، پھر بھی خاوند کو سزا میں کمی کی رعایت دی جائے گی"۔ (حوالہ: ایضاً)

(باقی آئندہ)

اُمت مسلمہ میں فکری اعتدال کا علمبردار علمی وتحقیقی مجلہ ...... محدثین کی علمی روایات کا امین اور فکری تحریک کا ترجمان

ماہنامہ محدث لاہور

علم وادب کے مرکز لاہور سے بتیس سال سے شائع ہونے والا پاکستان کا مقبول ترین علمی وتحقیقی مجلہ

علماء، دانشور، وکلاء، خطباء، طلباء اور اہل فکر ونظر کی اولین پسند

☆ ۳ سال سے نئی آب وتاب کے ساتھ ہر ماہ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے ☆

خوبصورت کمپوزنگ، معیاری سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، ۸۰ صفحات

ہر شمارے میں ۵ سے زائد اہم مضامین جن میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر مکمل کتابچہ ہے

قومی اُمور پر اسلامی نقطۂ نظر، کتاب وسنت، فقہ واجتہاد، ایمان وعقائد اور دار الافتاء کے مستقل سلسلے

اسلام اور جدید مغربی اَفکار پر ہر ماہ اہم مضامین ...... نامور محققین، معروف علماء کی تحریریں

عالم اسلام کی علمی تحریکوں کا تعارف وتبصرہ اور منتخب عربی مضامین کے تراجم

محدث میں شائع ہونے والے مضامین اکثر دینی جرائد اور اخبارات دوبارہ شائع کرتے ہیں!

جدید سودی نظریات اور اسلام، جادو کے شرعی توڑ، اسلام کے لئے کمپیوٹر کے استعمالات، مغربی تحریکِ نسواں وغیرہ کے موضوعات پر محدث کے مضامین منفرد اہمیت رکھتے ہیں!

اگر آپ غور وفکر کا رجحان اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں تو محدث ہی آپ کی تشنگی کو دور کر سکتا ہے!

نمونہ کا پرچہ مفت منگوانے کیلئے صرف ایک فون کریں ..... گھر بیٹھے سال بھر وصول کرنے کیلئے ۲۰۰ روپے منی آرڈر کریں

ماہنامہ محدث: ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700 فون: 5866476, 5866396